

جنت، صرف جنت

سید قطب شہیدؒ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

لَا يُغْرِيَكَ تَقْلُبُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي الْبِلَادِ ۝ مَتَاعٌ قَلِيلٌ۝ قَفْ ثُمَّ
مَا وَئِيهِمْ جَهَنَّمُ وَبِسْسَ الْمَهَادُ ۝ لِكِنَّ الَّذِينَ اتَّقُوا رَبَّهُمْ لَهُمْ
جَنَّتُ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَرُ خَلِدِينَ فِيهَا نُزُلاً مَنْ عِنْدَ اللَّهِ
وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ لِلْأَبْرَارِ ۝ (آل عمران: ۱۹۶-۱۹۸)

شہروں میں اہل کفر کی چلت پھرت سے دھوکے میں نہ آنا۔ یہ بس تھوڑا ہی فائدہ ہے۔ پھر ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور بہت بڑا گوارہ ہے وہ۔ بر عکس اس کے جن لوگوں نے اپنے رب کی نافرمانی سے بچتے ہوئے زندگی گزاری، ان کے لیے باغات ہیں، جن کے نیچے نہریں، ہتھی ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، سامانِ ضیافت ان کے رب کے پاس سے۔ اور جو اللہ کے پاس ہے، وہ (لذائذ دنیا سے) کہیں بہتر، حق شناسوں کے لیے ہے۔

شہروں اور ملکوں میں اہل کفر کی چلت پھرت اس بات کی مظہر ہے کہ وہ نعمتوں سے مالا مال اور صاحب مرتبہ و اقتدار ہیں۔ یہ ایسی صورت حال ہے جس سے دلوں میں لامحah خلش محسوس ہوتی ہے، خصوصاً اہل ایمان کے دلوں میں، جو نگستی اور محرومی کی مشقت جھیل رہے اور اذیت، ظلم و ستم اور جہاد کی رحمتیں اٹھا رہے ہیں۔ اس صورت حال سے غافل اور بے خبر عوام کے

دل بھی متاثر ہوتے ہیں۔ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ حق اور اہل حق رحمتوں اور مشقتوں سے دوچار ہیں اور اہل باطل نہ صرف یہ کہ ان رحمتوں سے نجات پائے ہوئے ہیں بلکہ خوش حالی کی زندگی گزار رہے ہیں (یہ صورت حال ان کے لیے فتنہ بن سکتی ہے)۔ پھر اس صورت حال کا اثر خود گمراہ اہل باطل کے دلوں پر پڑتا ہے اور وہ ضلالت، کبر و عناد اور شر اور فساد میں بڑھتے چلتے ہیں۔

○ جاودانی نعمتیں اور اللہ کا اعزاز: تب دلوں کو چھونے والی یہ آیت آتی ہے:

لَا يَغْرِيْنَكَ تَقْلُبُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي الْبَلَادِ ۝ مَتَاعٌ قَلِيلٌ فَتُمَّ مَا وَئَهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ
الْمُهَادُ ۝ (آل عمرَن ۱۹۷-۱۹۶:۳)

”شہروں میں اہل کفر کی چلت پھرت سے دھوکے میں نہ آنا۔ یہ اس تھوڑا ہی فائدہ ہے۔ پھر ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور بہت بُرا گھوارہ ہے وہ“

”تھوڑا سا سامان یا تھوڑا سا فائدہ جو جلد ختم ہو جائے گا، اس کے بعد ان کا دائیٰ وابدی ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت بُرا گھوارہ ہے (”مہاذ“ کے معنی پچھونے، گھوارے اور آرام کی جگہ کے ہیں۔ اس میں شدید طنز ہے کہ ان کے لیے اگر کوئی آرام کی جگہ ہے تو وہ دوزخ ہے۔ مترجم)۔ اس قلیل اور فانی و ناپایدار متاع کے مقابلے میں جنتیں (باغات)، یہیںگلی اور اللہ کی جانب سے اعزاز و اکرام ہے: جَنْتُ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَرُ خَلِدِينَ فِيهَا نُزُلًا مَنْ عَنِ اللَّهِ طَ
وَمَا عَنِ اللَّهِ خَيْرٌ لِلْأَنْبَارِ ۝ (”باغات“، جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، سامانِ ضیافت ان کے رب کی طرف سے۔ اور جو اللہ کے پاس ہے، وہ (لذائذ دنیا سے) کہیں بہتر، حق شناسوں کے لیے ہے۔“

جو شخص اس حصے (متاع دنیا) کو ایک پلڑے میں رکھے گا اور اس حصے (جزاء آخری) کو دوسرے پلڑے میں رکھے گا، اُسے اس امر میں کوئی شک نہ رہے گا کہ جو اللہ کے پاس ہے وہ متاع دنیا سے کہیں بہتر ہے اور وہ ”ابرار“ کے لیے ہے اور اس کے دل میں کوئی شبہ نہ رہے گا کہ متقین کا پلڑا اکفار کے مقابلے میں کہیں جھکا ہوا ہے۔ ہر صاحب عقل اُسی حصے کو اپنا پسند کرے گا، جسے ”اولی الالباب“، اپنے لیے پسند کرتے ہیں۔

○ صرف اخروی وعدہ: تربیت اور اسلامی فکر کی بنیادی قدرتوں کو بیان کرنے کے موقع پر اللہ تعالیٰ اہل ایمان سے فتح و نصرت کا وعدہ نہیں کر رہا، نہ یہ وعدہ کر رہا ہے کہ ان کے دشمن

مغلوب ہوں گے، نہ یہ وعدہ کہ انھیں زمین میں غلبہ حاصل ہوگا۔ وہ اس دنیا کی اشیاء میں سے — جن کا دوسرا بہت سے موقع پر وہ اُن سے وعدہ فرماتا ہے اور جنھیں وہ اپنے دوستوں کے لئے اُن کے دشمنوں سے جنگ کے موقع پر مقدار اور لازم قرار دیتا ہے — کسی بھی شے کا وعدہ نہیں کرتا۔ وہ یہاں اُن سے صرف ایک شے کا وعدہ کرتا ہے، ”اُس اجر کا جو اللہ کے پاس ہے“۔ یہی اس دعوت کی اصل اور بنیاد ہے اور اس عقیدے کی راہ پر چلنے کا، اسی پر انھمار ہے۔ ہر ہدف، ہر غایت اور ہر طمع سے کٹ کر صرف اجر آختر کے لیے یکسوئی! یہاں تک کہ مومن کو یہ خواہش بھی نہ رہے کہ اس عقیدے کو غلبہ اللہ کے کلے کو سر بلندی اور اللہ کے دشمنوں کو مغلوبیت نصیب ہو۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ وہ اس خواہش سے بھی خود کو یکسوکر لیں، اپنے معاملے کو بالکل یہ اللہ کے حوالے کر دیں اور اپنے دلوں کو اس خواہش سے پاک کر لیں (بالشبہ مومن سب کچھ رضاۓ الہی اور اجر آختر کے لیے کرتا ہے، خواہ دنیا میں کچھ بھی نہ پاسکے۔ لیکن حق کے غلبے باطل کی مغلوبیت اور اللہ کے کلے کی سر بلندی کی خواہش فطری ہے، اس سے دل کو پاک نہیں کیا جاسکتا اور نہ یہ مطلوب ہے۔ مترجم)۔

○ اسلام ہر چیز کی قربانی کا نام: یہ عقیدہ سب کچھ قربان کرنے، عہد کو پورا کرنے اور ذمہ داریوں کو ادا کرنے کا نام ہے۔ بغیر اس کے کہ اس کے معاوضے میں دنیا کا کوئی ساز و سامان مطلوب ہو اور بغیر اس کے کہ اُس کے عوض فتح و نصرت، غلبہ، تمکن فی الارض اور سر بلندی چاہیے ہو۔ ان سب کے بجائے ہر چیز صرف آختر میں چاہنا ہے اور اس کا انتظار کرنا ہے۔

عقیدے کی ذمہ داریوں کو اس طرح ادا کرنے کے بعد فتح و نصرت حاصل ہوتی ہے اور تمکن فی الارض اور سر بلندی بھی نصیب ہوتی ہے، مگر یہ اللہ سے معابدے میں داخل نہیں ہے اور نہ اُس سے کی ہوئی بیعت کا کوئی جز ہے۔ معابدہ اور بیعت میں دنیا کی کوئی چیز شامل نہیں ہے، یہاں تو ذمہ داریوں کو ادا کرنا، عہد کو پورا کرنا، سب کچھ قربان کرنا اور آزمائشوں سے گزرنا ہے، اور بس! کمہ معظمہ میں اسی پر بیعت اور دعوت کی بنیاد تھی اور اسی پر اللہ سے فتح و شرکا کا معاملہ ہوا تھا اور اللہ نے مسلمانوں کو نصرت، تمکن فی الارض اور سر بلندی سے اُسی وقت سرفراز کیا اور انھیں زمین کی کنجیاں اور انسانیت کی قیادت اُسی وقت بخشی، جب وہ آختر کے لیے بالکل یکسو ہو گئے اور

انھوں نے پوری طرح ایفاے عہد کیا۔

محمد بن کعب قرظی اور دوسراے اصحاب نے کہا کہ عبد اللہ بن رواحہ نے بیعت عقبہ کی رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، آپ اپنے رب اور اپنی ذات کے لیے ہم سے جو چاہے عہد لے لیجیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (جب کہ اوس اور خزرجن کے نمایندے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی ہجرت کے لیے بیعت کر رہے تھے) میں اپنے رب کے لیے اس بات کا عہد لیتا ہوں کہ تم اس کی بندگی کرو گے اور اس کے ساتھ کسی کو شرکیک نہ کرو گے، اور اپنے لیے یہ عہد لیتا ہوں کہ جس طرح تم اپنی جان اور مال کی حفاظت کرو گے، اسی طرح میری حفاظت کرو گے۔ عبد اللہ بن رواحہ نے کہا، ہم یہ سب کچھ کر دیں تو ہمیں کیا ملے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جنت“۔۔۔ انھوں (انصار کے ذمہ داروں) نے کہا، سودا نفع بخش ہے۔ ہم نہ اس معابدے کو خود فتح کریں گے اور نہ اسے فتح کرنے کا مطالبہ کریں گے۔

جی ہاں، جنت اور صرف جنت! فتح و نصرت، عزت وحدت، قوت، تمکن فی الارض، قیادت، دولت اور خوش حالی، یہ سب چیزیں جو اللہ نے انھیں بخشیں اور ان کے ہاتھوں میں دین، اُن کا اللہ تعالیٰ نے تذکرہ نہیں کیا کیونکہ یہ چیزیں معابدے سے خارج تھیں۔

یہی بات تھی جو اوس اور خزرجن کے نقابے نے کہی: ”سودا نفع بخش ہے، ہم اُسے نہ خود فتح کریں گے نہ آپ سے اسے فتح کرنے کا مطالبہ کریں گے۔“

○ اُمت کی تربیت: اللہ تعالیٰ نے اس طرح اُس جماعت کی تربیت کی جس کے سلسلے میں اُس نے طے کر رکھا تھا کہ زمین کی سنجیاں اور قیادت کی زمام اُس کے ہاتھ میں دے گا اور عظیم امانت اُس کے سپرد کرے گا، بعد اس کے کہ وہ اپنی تمام خواہشات و مفادات سے کٹ گئے ہوں۔ یہاں تک کہ اُن خواہشات سے بھی، جو اُس دعوت سے متعلق تھیں، جس کے وہ حامل تھے، اُس نظام سے متعلق تھیں، جسے وہ برپا کر رہے تھے اُس عقیدے سے متعلق تھیں، جس کے لیے وہ جان دے رہے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس امانت کبریٰ کے حامل وہی لوگ ہو سکتے ہیں، جن کی اپنی ذات کے لیے کوئی خواہش باقی نہ رہی ہو۔ اس صورت میں وہ اللہ کی اطاعت (سلم) میں پوری طرح داخل ہو سکتے ہیں۔ (فی ظلال القرآن، ج ۲، ترجمہ: سید حامد علی، ص ۳۹۶-۵۰۰)